Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.112, 2018 pp 39 - 58

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۹، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۸ء، شمارہ ۱۱۲

الف لیلہ و لیلہ: نو آبادیاتی عہد کے نصاب

☆ عائشہ مقصود

Abstract:

The colonial establishments and conditions came into force under a comprehensive plan. European powers use education and language for stability of their monopoly. Language is the most important manifestation of cultural identity of any human group or society. Teaching Institutions established in the colonial era apparently valued the importance of local languages and their literature. The Urdu curriculum of colonial period was developed for vernacular education. They created special criteria for choice of textbook, translation and standards that were creating impression that local literature is frustrated, unrealistic and vulgar. Classical poetry like The Dastan represents cultural and moral system of any society. The Arabian Nights is also including in curriculum of colonial period. Some stories from Dastan selected for curriculum. The selection of stories is biased on political ideology. In this paper analyze these textbooks in in the light of post-colonialism.

Key words: Cultural Identity. Dastan. Curriculum. Asiatic Society of Calcutta. Ideology. Hakayat-al-jaleleyah.

۱۸ ویں تا ۲۰ ویں صدی نو آبادیاتی استحکام، طاقت کے مقابلے اور مقبوضات کی توسیع کا زمانہ ہے۔ یورپی طاقتوں کا دعوی ہے کہ ۱۸۰۰ میں وہ آباد دنیا کے ۵۵ فی صد حصے پر قابض تھیں۔ ان یورپی طاقتوں میں برطانیہ، فرانس، جرمنی اور پرتگال پیش پیش تھے۔ اس عرصے میں ۱۰۰ کے قریب ایسٹ انڈیا اور ایسٹ افریقہ کمپنیاں قائم تھیں۔(۱)

☆ پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

افریقا میں ہسپانوی اور پرتگیزی سونے کی تلاش میں آئے تھے۔ انگریز افریقہ اور جنوبی ایشیا میں تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ تجارتی کمپنی کا اجازت نامہ حاصل کرنے کے ساتھ ہی پورے خطے کے حقوق پر قابض ہو گئے۔ انگریزوں نے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں پر قبضے کے لیے مختلف حکمت عملی اختیار کی تھی۔ نو آبادیات کا قیام اور استحکام ایک وسیع منصوبہ بندی کے تحت عمل میں آیا۔ زمینی حقائق اور مقامی حالات کے مطابق نو آبادیاتی تدبیریں اختیار کی گئیں۔ افریقہ میں عسکری طاقت کا اندھا دھند استعمال کیا گیا۔ بڑے پیمانے پر مقامی آبادی کی نسل کشی کی گئی۔ جو باقی بچے وہ بیماریوں کا شکار ہو گئے یا اجتماعی خود کشی پر مجبور ہو گئے۔ باقی ماندہ کو غلام بنا لیا گیا۔ اس کے مقابلے میں ہندوستان میں نو آبادیاتی طاقت کا استعمال اور مظاہرہ ایک دوسری صورت میں ہوا۔ انگریزوں نے ہندوستان میں ۱۷۵۷ء سے ۱۸۵۷ء تک مقامی افراد سے کئی جنگیں لڑیں، اس میں مقامی آبادی کے ہزاروں افراد قتل اور قید ہوئے۔ لیکن انگریزوں نے یہاں اجتماعی نسل کشی نہیں کی۔ ایک نئی حکمت عملی اپنائی جو پوری طرح کارگر تھی۔ انگریزوں نے طاقت کو براہ راست استعمال نہیں کیا، طاقت کو مختلف شعبوں میں منتقل اور پھیلا دیا۔ اپنی حقیقی نو آبادیاتی منشا یعنی زبان، کلچر اور طرز عمل کے مجموعے کے تسلط میں یہ طریقہ پوری طرح کامیاب تھا۔ ۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء میں برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ برٹش ایمپیریل ایسٹ افریقہ کمپنی ۱۸۸۵ء میں قائم ہوئی۔

۱۶۱۲ء میں ٹامس ایڈورتھ کی سرکردگی میں ایک سفارت بادشاہ جہانگیر کے پاس پیش ہوئی اور سورت میں تجارتی کوٹھی کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ ۱۶۳۲ء میں انگریزوں نے گولکنڈہ کے حکمران عبداللہ قطب شاہ کی اجازت سے ساحل کارمنڈل (مسولی پٹم) کے مقام پر تجارتی کوٹھی قائم کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ خلیج بنگال کی اہمیت کے پیش نظر یہاں قلعہ بند کوٹھی تعمیر کی گئی۔ اس کوٹھی کا نام فورٹ سینٹ جارج رکھا گیا۔ یہاں کام کرنے والے پادری ابراھیم نے ۱۶۴۵ء میں اس فورٹ میں ایک پبلک اسکول قائم کیا، جو غریب سکول Poor School کے نام سے معروف ہوا۔ یہاں مقامی لوگوں اور پناہ گزین پرتگیزیوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ پادری ابراھیم فارسی اور عربی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ اور انفرادی طور پر انجیل مقدس کو مقامی زبانوں میں ترجمہ کر کے پڑھاتے تھے۔ ان کا مقصد عیسائیت کی تبلیغ تھا۔ (۲)

۴ مئی ۱۸۰۰ء میں لارڈ ویلزلی نے ناظمینِ کمپنی سے اجازت لیے بغیر فورٹ ولیم کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد برطانیہ سے آنیوالے سیول ملازمین کی ٹریننگ تھا۔ (۳) کمپنی کے تجارتی اور حکومتی اغراض کے حصول کے لیے ملازمین کا ہندوستانی زبانوں، ہندوستانی رسم و رواج اور نظام حکومت کا

جاننا ضروری تھا۔ ہندوستان کی دفتری اور عدالتی زبان فارسی تھی۔ اردو (ریختہ) پورے ملک کے طول وعرض میں بولی اور سمجھی جا رہی تھی۔ انگریزوں نے، عربی، فارسی اور سنسکرت کے مقابلے میں مقامی زبان کو آلہ کار بنایا۔ کسی بھی انسانی گروہ کی ثقافتی شناخت کا سب سے اہم مظہر زبان ہے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ فارسی زبان کی قدر ومنزلت کم ہوگئی۔ انگریزوں نے اس کے متوازی اردو زبان کو کھڑا کیا۔ ہر ثقافت کی شناخت بڑی حد تک جمالیاتی اور اخلاقی معیارات اور زبان پر منحصر ہوتی ہے۔ زبان ثقافت کا چہرہ ہے۔ جب زبان یا ثقافت کے نشانات میں کوئی تبدیلی طاقت اور اجارے سے پیدا کی جائے تو ایک معاشرے کا پورا نظام، اس کا تصور کائنات مسخ ہو جاتا ہے۔

اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے انگریزوں نے مقامی افراد کو کالج میں منشی writers کی طور پر بھرتی کیا۔ ان سے زبان، تاریخ، تہذیب اور مقامی زبانوں کی معروف قصہ کہانیوں کو آسان وسلیس اردو میں تراجم کروائے۔ انگریزوں نے اپنے ادب اور جدید سائنس کو اردو میں منتقل نہیں کیا۔ فورٹ ولیم کالج میں زبان اردو اور فورٹ سینٹ جارج کالج میں دکھنی (اردو) میں خوب زور وشور سے ترجمے اور تالیف کا کام جاری تھا۔

۱۷۱۲ء میں مدراس میں چھاپہ خانہ قائم ہو چکا تھا۔ (۴) یہاں سے انجیل مقدس کے منتخب حصے ترجمہ کر کے چھاپے جا رہے تھے۔ اس عرصے میں کالج کے اندر ایک اردو نواز تحریک چل رہی تھی۔ اس کے متوازی کالج کے باہر مقبول عام کتابوں کے اردو زبان میں ترجمے اور اشاعت کا کام چل نکلا تھا۔ صوبہ کرناٹک میں اردو تصانیف کی چھپائی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ نثر کے مقابلے میں نظم کی طرف اہل قلم زیادہ مائل تھے۔ جب کہ کالجوں میں نظم کے بجائے نثر نگاری پر زیادہ توجہ دی گئی۔ فورٹ سینٹ جارج کالج میں قانون، ریاضی، عربی، فارسی اور دکنی کے علاوہ دوسری ملکی زبانوں کی تعلیم بھی دی جاتی تھی اس لیے یہاں منشیوں Writer کے علاوہ وکلا اور ججوں کو بھی تربیت دی جاتی تھی۔ (۵) فورٹ ولیم کالج میں عربی، فارسی، سنسکرت، تاریخ اور لسانیات پڑھائی جا رہیں تھیں۔ اس طرح سے کلکتہ کو مرکزیت حاصل ہوگئی تھی۔ ممبئی اور مدراس کی پیریزیڈنسی کو یہ پسند نہ تھا۔ کمپنی کے ناظمین بھی ان کالجوں کے خلاف تھے۔ ان کا مقصد صرف اجارہ داری قائم کرنا تھا، اس کے لیے انگریز ملازمین کی تربیت ضروری تھی۔ مقامی لوگوں کو تعلیم دینا یا مقامی زبان کیا دب کی اشاعت اور مقامی زبانوں کی تعلیم کمپنی کا مقصد نہیں تھا۔ لہٰذا ۱۸۰۲ء میں فورٹ ولیم کالج کی مرکزی حیثیت ختم کر دی گئی۔ (۶) اس کے متوازی کچھ اور ادارے قائم کیے گئے۔ وارن ہیسٹنگز ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا گورنر جنرل تھا۔ اس کا بڑا کارنامہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کا قیام تھا۔ ناظمینِ کمپنی نے دو تجاویز منظور کیں۔ ایک

فورٹ ولیم کالج کے بجائے خود انگلستان میں اسی قسم کے تربیتی ادارے قائم کیے جائیں۔ تاکہ ہندوستان میں ان اداروں کے قائم رکھنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہے۔ اس تجویز کے پیش نظر ۱۸۰۶ء میں ہیل بری کالج، ہرٹ فورڈ شائر میں قائم کیا گیا۔(۷) یہاں سول سروس کے امتحانات کی تیاری کروائی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ۱۸۰۹ء میں اڈی کوم ملٹری کالج، کروڈن میں قائم کیا گیا۔(۸) یہاں سول ملازمین، منشی اور کلرکوں کی ٹریننگ کی جاتی تھی۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ مدراس، بمبئی اور دہلی میں بھی کالج قائم کیے جائیں۔ غیر مقامی لوگوں کی تعلیم و تربیت اور مقامی زبانوں کی کتب کی اشاعت کا ذمہ کمپنی کا نہیں ہے۔ ان تجاویز پر عمل کرتے ہوئے فورٹ سینٹ جارج اسکول کی تنظیم جدید کر کے اسے رائٹرس کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ جوناتھن ڈنکن کے قائم کردہ بنارس سکول کو سنسکرت کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ دہلی میں قائم مدرسہ غازی الدین کی تجدید نو کر کے اسے دہلی کالج کا درجہ دے دیا گیا۔(۹) ایشیاٹک سوسائٹی کی نگرانی میں تمام اداروں میں درسی کتب کی تالیف اور ترجمے کا کام جاری رہا۔ عربی، فارسی، سنسکرت کے متن بھی تیار کروائے گئے۔ لیکن ان تمام نو آبادیاتی اداروں کا معروف ترین کام لغت اور قصہ کہانیوں پر مشتمل تھا۔ کلکتہ اور مدراس میں چھاپہ خانہ موجود تھا۔ کتب کی ڈیمانڈ زیادہ ہونے کی وجہ سے مقامی چھاپہ خانوں، مطبع جامع الاخبار، مطبع مصطفائی، مطبع اعظم الاخبار سے بھی درسی کتابیں چھپوائی جاتی تھیں۔(۱۰) قصہ کہانیوں اور داستانوں کی کتابوں کی کالج کے باہر بھی مقبولیت تھی۔ اس بنا پر یہ مقامی ادارے انفرادی طور پر بھی ان کو شائع کرتے تھے۔ یہ نصابی داستانیں اور ان کا اسلوب ایک تحریک بن گیا جسے مطبع نول کشور پریس نے اور آگے بڑھایا۔ ان اداروں کے اہم کارناموں میں داستانیں ہی سرفہرست رہی ہیں۔ باغ و بہار، اخوان الصفا، اخلاق ہندی، آرائش محفل، توتا کہانی، بیتال پچیسی، انوار سہیلی، بکاولی، حکایات الجلیلہ، سنگھاسن بتیسی، ملکہ زماں و کام کندلہ کالج سے باہر بھی خاصی معروف تھیں۔ ان کے اشاعت ڈیمانڈ پر کی جارہی تھی۔

نو آبادیاتی عہد میں کوئی علمی و ثقافتی سرگرمی بے غرض، بے لوث نہیں ہوتی۔ تعلیمی نصابات نو آبادیاتی آئیڈیالوجی کے اظہار و استحکام کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہاں جو علم پیدا کیا گیا وہ خالص علم نہیں تھا، طاقت اور اجارے کا ترجمان تھا۔ اردو نصاب ورنیکلر تعلیم کے مقاصد کے تحت ہی تیار کیے گئے تھے۔ پہلے عربی و فارسی زبان پر اعتراض کیے گئے۔ مقامی اسلوب کو رد کیا گیا۔ اردو کے مقامی اسلوب میں موجود نظام معنی میں تبدیلیاں کی گئیں۔ سادہ اور سلیس زبان میں تراجم کرنے کا مقصد اس نظام معنی اور ثقافتی شناخت کو تبدیل کرنا تھا۔ اس تبدیلی کے ساتھ یعنی پرانی زبان اور پرانے اسلوب کی بے وقعتی اور بے توقیری کا احساس

پیدا کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں اردو نصابات کو ایک نئی شناخت دی گئی۔ کالج سے باہر شاعری کا رجحان غالب تھا۔ لیکن کالج میں دیوان حافظ و سعدی کے انتخاب کے علاوہ شاعری سے کنارہ کشی رکھی گئی۔ نظم کے مقابلے میں نثر نگاری کو فروغ دیا گیا۔ مقبول عام داستانوں کو توڑ موڑ کر پیش کیا گیا۔ اصناف نثر کی نئی شناخت بنائی گئی۔ سب سے زیادہ داستان کی صنف کو مسخ کیا گیا۔ مقبول عام داستانوں سے مرکزی قصے اور سماجی و ثقافتی معلومات کو یکجا کر کے ''مکتوبی متن'' تیار کروائے گئے۔ کلاسیکی شاعری کے ساتھ کلاسیکی بیانیے داستان سے بھی خطرہ موجود تھا۔ ان ثقافتی واقداری نظام کے موجود رہنے سے ان کا ثقافتی اجارہ اور طاقت کا غلبہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے، مقامی زبانوں کے ادبیات کو سوختنی قرار دیا گیا۔ اور اس کے لیے کئی بیانے وضع کیے گئے۔ مثلاً ان میں خیالی اور ان نیچرل باتیں ہیں۔ یہ فحاشی سے لبریز ہے۔ کمپنی کے ارباب اختیار یہ جان گئے تھے کہ مسلمان اور ہندو اشرافیہ طبقات اپنی قومی شناخت کلاسیکی زبانوں کے ذریعے کرتے ہیں اور یہ ان کی علمی زبانیں بھی ہیں۔ "جدید اردو نصابات میں "انگریزی روح " بھرنے کی کوشش کی گئی۔ نو آبادیاتی عہد کے اردو نصابات کی" روح رواں "انگریزی فکر ہے۔

انگریزوں نے ہندوستان میں جتنی بھی تعلیمی پالیسیاں نافذ کیں ان کا مقصد انگریزی استعماریت کا استحکام تھا۔ کمپنی کا قانون ۱۸۱۳ تجدید کے لئے برطانوی پارلیمنٹ میں گیا۔ چارلس گرانٹ نے اس بات پر زور دیا کہ ہندوستان میں کمپنی تعلیم کی ذمہ داری نہیں اٹھائے گی۔ نیز عیسائیت کی تبلیغ کی بھی مخالفت کی گئی۔(۱۱) وہ اپنے طے شدہ نتائج کی راہ میں کوئی نیا کام نہیں چاہتے تھے۔ طویل بحث کے بعد یہ طے پایا کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مشرقی زبانوں کی تدریس جاری رہے گی۔ انگریزی اور سائنس کو برطانوی مقبوضات میں رائج کیا جائے۔ اس کے فروغ کے لیے انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔

لارڈ میکالے کی رپورٹ ان کے مقاصد کی واضح ترجمانی کرتی ہے۔

> ''فی الوقت ہماری بہترین کوششیں ایک ایسا طبقہ معرض وجود میں لانے کے لیے وقف ہونی چاہیں جو ہم میں اور ان کروڑوں انسانوں کے مابین، جن پر حکومت کر رہے ہیں۔ ترجمانی کا فریضہ سرانجام دے۔ یہ طبقہ ایسے افراد پر مشتمل ہو رنگ ونسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو لیکن ذوق، ذہن، اخلاق اور فہم وفراست کے اعتبار سے انگریز"۔(۱۲)

برطانوی پارلیمنٹ میں بحث کرتے ہوئے چارلس گرانٹ یہ تجویز پیش کی کہ کمپنی کی حکومت کا سارا کاروبار انگریزی میں ہونا چاہیے۔ ہندوستانی مدارس میں بھی انگریزی تعلیم دینی چاہیے۔ خود ہندوستانی

باشندے انگریزی پڑھنے کے بہت مشتاق ہیں۔ان تمام سفارشات کو ۱۸۳۵ء میں منظور کرلیا گیا۔ برصغیر کے لوگ اپنی کلاسیکی زبانوں سے مذہبی جذبات وابستہ رکھتے تھے اوران کے نزدیک علم حاصل کرنے کا مطلب کلاسیکی زبانوں کا علم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی لوگوں نے انگریزی کی زیادہ تر مخالفت مذہبی بنیاد پر کی تھی۔ یورپی ثقافتی بیانیے کو برصغیر کے ثقافتی لاشعور میں اتارنے کی ایک سوچی سمجھی صورت تھی کہ دیسی زبانوں میں یورپی تعلیمات کوفروغ دیا جائے۔ جب یہ نیا علم رائج ہو جائے تو زبان کوانگریزی میں تبدیل کردیا جائے۔ یہ ثقافتی دوغلا پن نئے علم کی تقلید کی طرف لے جائے گا۔اور ثقافتی اجارے کا استحکام اور مضبوط ہوگا۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے انھیں بتادیا تھا کہ تہہ خاک ابھی آتش موجود ہے۔اس لئے ثقافت، تہذیب، زبان اور تصور حیات پر جدید سائنسی تعلیم کی طاقت کا استعمال کیا گیا۔ یہ نیا علم ایک نئی ثقافتی فکر سے نفسیاتی استحکام پیدا کرتا ہے جو دیرپا اجارے کی بنیاد ہے۔

بعدازاں کلکتہ میں یونیورسٹی قائم کی گئی اور لاہور میں پنجاب یونیورسٹی قائم کی۔۱۸۷۷ء میں دلی کالج کو پنجاب یونیورسٹی میں ضم کردیا گیا اس کا اسٹاف، طلباء اور اساتذہ لاہور چلے گئے۔(۱۳) باقی ادارے بھی آہستہ آہستہ ختم کردیے گئے۔ کیوں کہ کمپنی کی حکومت کا منشا (انگریزی زبان کی ترویج) پورا ہوگیا تھا۔ان تمام اداروں میں یکساں نصاب لگایا گیا تھا۔اخوان الصفا، اخلاق ہندی، ہندوستانی لغت، دیگر تمام نوآبادیاتی اداروں کے نصاب میں شامل تھیں۔

ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ افریقہ سے آئے ہوئے۔ کمپنی کے کچھ علم پرور لوگ، الف لیلہ ولیلہ کے عربی مسودے مخطوطے اپنے ساتھ کلکتہ لے آئے۔اس داستان کے عربی متن کی ابتدائی اشاعت کلکتہ میں ہوئی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ داستان فورٹ ولیم کالج، فورٹ سینٹ جارج کالج، دہلی کالج اور بعدازاں پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں شامل تھی، گلکرسٹ نے اس کا بالخصوص ترجمہ کروایا۔انعام حاصل کرنے والی کتابوں میں شامل کیا۔انگریز افریقا میں استعمار اور طاقت کا تجربہ کرچکے تھے،اس کے باوجود عربی زبان اور اس کے ادب کو تجسس کی بنا پر ترجمہ کروایا۔ بعدازاں عربی زبان کو صرف مذہبی زبان قرار دے کر لسانی تفریق کی بنیاد رکھی۔عربی وفارسی سے نصیحت آموز قصے کہانیاں اور روایتیں نصاب کے لیے منتخب کیں بعدازاں اس انتخاب کو لایعنی قرار دے کر نصاب سے خارج کردیا۔

الف لیلہ ولیلہ کا پہلا عربی متن فورٹ ولیم کالج، شعبہ عربی کے انچارج شیخ احمد بن محمود شیروانی نے مرتب کیا۔(۱۴) اس میں دوسوراتیں اور سند باد کی کہانیاں شامل ہیں۔اسی متن کا ایک قدیم مسودہ فرانسیسی

مستشرق انٹونی گالاں نے اپنے فرانسیسی ترجمے کے لیے استعمال کیا تھا۔ اس طباعت میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ متن کی بہت سی معلومات کو اضافی قرار دے کر خارج کر دیا گیا ہے۔ زبان کو روزمرہ اور ادبی بنایا گیا ہے۔ تاکہ ادبی حلقوں میں اس کو قبول کیا جا سکے۔ ۱۸۰۰ء تک اس داستان کے خاصے قلمی نسخے اکٹھے ہو گئے تھے، ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ گل کرسٹ نے اس کا اردو ترجمہ کروایا اور نصابی انتخاب میں شامل کر لیا۔ جب تک کالج قائم رہا یہ ترجمہ نصاب کا حصہ رہا تھا۔ فورٹ ولیم کالج میں کام کرنے والے منشی شاکر علی نے اسے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ طباعت کے لیے اسے تیار کیا گیا۔ اس کے تین سو صفحات تھے۔ اگست ۱۸۰۳ء میں انعام کی سفارشی فہرست کالج کونسل کو بھیجی گئی اس فہرست میں چار سو روپے انعام کی سفارش کی تھی۔ کالج کونسل نے مذکورہ فہرست کو نامنظور کر دیا تھا۔ گل کرسٹ نے ستمبر ۱۸۰۳ء میں ایک دوسری فہرست تیار کی الف لیلہ ولیلہ اس فہرست میں بھی شامل تھی اس کے لیے چار سو روپے انعام تجویز کیا تھا۔ اس کے ساتھ گل کرسٹ نے رائے کے کالم میں رکھا تھا۔

> ''مشہور عریبین نائٹس۔ اس تالیف کے ذریعے ہندوستانی (زبان) واقفیت حاصل کرنے میں بہت مدد ملنے کی توقع ہے۔''(۱۵)

۹ ستمبر ۱۸۰۳ء کی فہرست پر کالج کونسل نے عذر کیا تھا اور بیشتر کتابوں کو انعام سے نوازا بھی گیا لیکن جن کتابوں پر انعام منظور ہوا تھا۔ ان کی فہرست میں الف لیلہ کا نام شامل نہیں تھا۔ اس کے نتیجے میں تین سو صفحات کی یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔ مترجم منشی شاکر علی کے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں اس کا مسودہ موجود ہے۔

اس کے بعد اردو زبان میں اس کا معروف ترجمہ حکایات الجلیلہ کے نام سے ہوا۔ فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس کے منشی شمس الدین احمد نے، مسٹر جان اسٹوکس صاحب کی فرمائش پر عربی سے زبان ہندی میں نہایت سلیس زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب کی پہلی جلد ۱۸۳۶ء میں مدراس کے چھاپے خانے سے شائع ہوئی۔ اس میں سو راتیں موجود ہیں۔ اس کی دوسری جلد ۱۸۳۹ء میں مدراس سے شائع ہوئی۔ (۱۶) اس میں بھی سو راتیں ہیں۔ اس ترجمے کا ماخذ شیخ احمد بن محمود الشروانی کی مرتب کردہ عربی الف لیلہ، ۱۸۱۸ء کلکتہ ایڈیشن 1 ہے۔

منشی شمس الدین عربی، فارسی اور اردو کے ماہر تھے انگریزی بھی اچھی جانتے تھے۔ ان کے حالات و واقعات مترجمہ حکایات الجلیلہ کے دیباچے میں مل جاتے ہیں۔ یہ اردو ترجمہ اردو زبان اور دکھنی محاورے میں باقاعدہ ترجمہ تھا۔ منشی شمس الدین اپنے ترجمے کے آغاز میں اس کی وضاحت کرتے ہیں: ''کتاب الف

لیلۃ ولیلۃ کو موافق محاورے اس ملک کے جو خاص وعام کا کلام ہو عربی سے ہندی زبان میں کہ نہایت سلیس اور اغلاق سے بالکل عاری ہے ترجمہ کرے"۔ اسے کالج کونسل نے نصاب میں شامل کرنے کی غرض سے تیار کروایا تھا۔ اس متن میں اشعار شامل نہیں ہیں۔ بعدازاں یہ ترجمہ اتنا معروف ہوا کہ مراٹھی، گجراتی، بنگالی اور ہندی وغیرہ میں اس کے ترجمے شائع ہوئے۔ خود اردو میں اس کو بنیاد بنا کر قریباً ۱۳ ترجمے شائع ہوئے۔ کتب خانہ گارساں دتاسی میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

"حکایات الجلیلہ "ترجمہ الف لیلہ ولیلہ برائے طلبہ کالج فورٹ سینٹ جورج از منشی شمس الدین احمد (1459)۔(۱۷)

اس ترجمے کی مزید افادیت کے پیش نظر ترجمے میں سے کچھ معروف کہانیوں کا انتخاب کر کے الگ سے منتخبات تیار کیے گئے۔ اس میں انوار سہیلی، اخوان الصفا اور مقامات حریری کا انتخاب بھی شامل تھے۔ دلی سے دو معروف ترجمے شائع ہوئے تھے۔ ایک منتخب ترجمہ مولویان دلی کالج نے کیا۔ اس میں منتخب کہانیوں کا ترجمہ کیا گیا تھا۔ دوسرا ترجمہ اسی کالج سے منسلک مولوی کریم الدین نے کیا تھا۔ مولوی عبدالحق نے "مرحوم دلی کالج "میں اس کی تفصیل دی ہے۔

"مولوی حسن علی خان فارسی کے مدرس تھے۔ بہت قابل اور ہوشیار شخص تھے۔ قانونِ مال، گلستان سعدی اور الف لیلہ (منتخب) کا ترجمہ اردو میں کیا۔"(۱۸)

دلی کالج اردو میگزین: قدیم دلی کالج نمبر ۱۹۵۳ء میں ایک مضمون اس کی شہادت مل جاتی ہے۔

"حسن علی خان: الف لیلی عربی ادب میں بے نظیر کتاب ہے۔ ہندوستانی میں اس کے مترجم ہندو مسلمان دونوں ہیں۔ مسلمانوں میں ایک مولوی حسن علی خان ہیں جو اسی زمانے کے مصنف ہیں دہلی کالج میں پروفیسر رہ چکے ہیں اور کئی کتابوں کے مترجم ہیں۔"(۱۹)

اس ترجمے میں کتنے مولویانِ دلی کالج شامل تھے۔ کتنا انتخاب شامل ہے، اس کتاب کا سرورق وضاحت کر رہا ہے۔

"انتخاب ترجمہ حکایات الف لیلہ گیارہ صفحہ جلد اول کے مولوی جعفر علی، مدرس اول اور باقی مع جلد دوم اور چہارم کے محمد حسن علی خان مدرس مدرسہ دہلی نے اور جلد سوم کا مولوی سدید الدین خان مدرس سوم عربی نے زبان اردو میں عربی سے ترجمہ کیا۔ دہلی اردو اخبار او فیس مکان مولوی محمد باقر صاحب، واقعہ گذار اعتقاد خانمن با اہتمام پنڈت موتی لعل پرنٹر اور

پبلشرز کے چھاپہ ہوا۔۱۸۴۴ء۔''(۲۰)

الف لیلہ کی منتخب داستانوں کا ترجمہ دلی کالج کے مختلف مولویان نے کیا تھا۔ اسے ایک جلد میں شائع کیا گیا تھا۔ اس کی توثیق گارساں دتاسی کے کتب خانے کی فہرست سے ہو جاتی ہے۔ اقتباسات الف لیلہ ولیلہ اردو دہلی، ۱۸۵۰ (۱۳۹۹ھ)۔ (۲۱)

مولوی عبدالحق دلی کالج کے فارسی اور عربی نصاب کی تفصیل میں ایک اور الف لیلہ کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ فارسی اور اردو کے نصاب تعلیم میں۔'' میر قطبی کی الف لیلہ'' کا شمار لکھا ہے۔ (۲۲) پہلی جلد اکیسویں شب سے 200ویں شب تک۔ نفحۃ الیمن دوسرے باب سے آخر تک۔ یہ ترجمہ دس چھوٹی جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس کی دو جلدیں پنجاب یونیورسٹی مرکزی لائبریری میں موجود ہیں۔ دلی کالج، کلکتہ یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں یہ ترجمہ بھی شامل تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ ترجمہ اور اس کا انتخاب عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے نصاب میں شامل تھا۔ عربی زبان کے نصاب میں مقامات حریری کو زیادہ اہمیت دی جا رہی تھی۔ کریم الدین الف لیلہ کا ایک انتخاب کلکتہ یونیورسٹی کے نصاب کے لیے کیا تھا۔ اس کا ماخذ کلکتہ ایڈیشن I تھا۔

گارساں دتاسی اس ترجمے کے بارے لکھتے ہیں:

''منتخبات اردو: یہ انتخاب کریم الدین نے کیا ہے موصوف وہی ہیں جنھوں نے میری کتاب" تاریخ ادب اردو " کا ترجمہ کیا ہے۔ منتخبات اردو کلکتہ یونیورسٹی کے نصاب کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس میں الف لیلہ میں سے سند باد جہازی کا دلچسپ قصہ لیا گیا ہے۔ اگر چہ الف لیلی کے سب نسخوں میں یہ قصہ موجود نہیں ہے۔''(۲۳)

یہ انتخاب خاصا معروف رہا۔ کالج کے علاوہ بھی اس کے خاصے ایڈیشن طبع ہوئے۔ رجسٹرار بہادر پنجاب یونیورسٹی کے حکم سے ایک اور انتخاب شائع کیا گیا۔ یہ نصاب عربی، فارسی اور اردو میں یکساں لگایا گیا تھا۔ اس کتاب کے ۱۴۸ صفحات ہیں۔ تعلیمی اصلاحات ۱۸۳۵ء کے بعد سر رشتہ تعلیم کے ڈائریکٹر کرنل آر، ایم ہالرائڈ نے اپنی نگرانی میں نصابی کتب تیار کروائیں۔ اس میں کریم الدین کا تیار کیا انتخاب بھی شامل ہے۔۲۴ اس کے علاوہ الف لیلہ کا ایک انتخا بمولوی مراد علی نے تیار کیا گیا جو ۱۴۰ صفحات پر مشتمل تھا اس میں ۲۹ سبق شامل ہیں آخر میں منتخب الفاظ کی فرہنگ دی گئی ہے۔ یہ انتخاب عربی زبان میں کیا گیا تھا۔ فارسی زبان کے نصاب کے لیے اس انتخاب کا فارسی ترجمہ کیا گیا۔ ابوسعید محمد شعیب، اسسٹنٹ پروفیسر عربی، یونیورسٹی اورینٹل

کالج، پنجاب یونیورسٹی نے طلبا کی نصابی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اردو ترجمہ کیا۔[۲۵] اس انتخاب کے ۱۸۹۷ء سے ۱۹۴۴ء تک کئی ایڈیشن مختلف مطابع سے شائع ہوتے رہے۔ان نصابی کتب کی تفصیلات ان کے سرورق پر موجود ہے۔ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

المنتخبات العربیہ
مع
حل لغات مولفہ مولوے مراد علیے مصحح مطبع سرکارے
فائدہ
طلباء عربی خوان کے لیے
حسب الحکم
جناب کپتان ڈبلیو آر ایم ہالرئیڈ صاحب بہادر ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ممالک پنجاب ۱۸۶۸ء
مطبع سرکاری لاہور میں باہتمام بابو چندر ناتھ متر کیوریٹر کے چھپا

☆اس کتاب میں ۲۹ سبق ہیں، فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔کتاب کے ۱۴۸ اصفحات ہیں۔اس ایڈیشن کی چھے سو جلدیں چھاپی گئیں تھیں۔

سلم الادب
عربی زبان کے امتحان کا نصاب
مولفہ
میجر فلر صاحب بھادر سابق ڈائرکٹر ممالک پنجاب
اور مولوی کریم الدین ڈپٹی انسپکٹر حلقہ لاہور جسکو
کلکتہ یونی ورسٹی کے سینٹ نے ۱۸۶۹ء کے داخلہ امتحان کے لئے مقرر فرمایا۔
در ۱۸۶۸ء
مطبع سرکاری لاہور میں باہتمام چندر ناتھ متر کیوریٹر کے چھپا۔

المنتخبات العربیۃ
مع

حل لغات مولفہ مولوی مراد علی سابق مصحح مطبع سرکاری

حسب الحکم

جناب میجر ہالرائڈ صاحب، بہادر ڈائرکٹر مدراس ممالک پنجاب وغیرہ

لاہور

کے سرکاری مطبع میں ماسٹر پیارے لال کیوریٹر کے اہتمام سے چھپا

۱۸۷۹ء

اس سررشتہ کی بے اجازت کوئی نہ چھاپے۔

☆ کتاب کے سرورق پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا لوگو چھپا ہوا ہے۔ جس میں تین شیر صلیب لگی ڈھال کی حفاظت کر رہے ہیں۔ دو صلیبی جھنڈے بھی لگے ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی

انتخاب الف لیلۃ ولیلۃ

جس کو

سینٹ پنجاب یونیورسٹی نے امتحان بیچلر آف آرٹس اور انٹرمیڈیٹ

زمرء علوم مشرقی بابت ۱۸۹۹ء کے لیے مضمون فارسی میں مقرر فرمایا۔

اور صاحب رجسٹرار بہادر کے حکم سے

۱۸۹۷ء

مفید عام پریس لاہور میں چھپا۔

پنجاب یونیورسٹی

انتخاب الف لیلۃ ولیلۃ

جس کو

سینٹ پنجاب یونیورسٹی نے امتحان بیچلر آف آرٹس اور انٹرمیڈیٹ زمرہ علوم مشرقی بابت ۱۹۰۰ء اور اس کے

مابعد

کے لیے مضمون فارسی میں مقرر فرمایا اور صاحب رجسٹرار بہادر کے حکم سے

۱۸۹۹ء

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں چھپا۔

سلم الادب

یعنی

عربی زبان کا نصاب جس کو

پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ نے امتحان داخلہ (شاخ آرٹس) اور امتحان منشی ۱۸۹۴ء کے واسطے اور

کلکتہ یونیورسٹی نے امتحان داخلہ کے لیے مقرر کیا۔

جناب کرنل ڈبلیو آر۔ ایم ہالرائڈ صاحب (بہادر بنگال سٹاف کور)

سابق ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب نے ترمیم کیا۔

۱۹۰۱ء

رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز گورنمنٹ پبلشرز سررشتہ تعلیم پنجاب نے اپنے مطبع مفید عام لاہور میں چھاپا۔

☆ یہ مختصر تقطیع کی کتاب ہے۔ اس کے ۷۰ صفحات ہیں کتاب کے دوسری جانب انگریزی سرورق بھی موجود ہے۔ اس کی ۲۰۰۰ جلدیں شایع ہوئیں، یہ تعداد اس کتاب کی نصابی اہمیت وضرورت کو ظاہر کرتی ہے۔

الف لیلۃ ولیلۃ

جلد اول

پہلی رات سے دسویں تک

طلبائے عربی خواں مدراس ممالک پنجاب کے لیے

۱۹۰۱ء

رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے مطبع مفید عام سٹیم پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپی

حکای التاجر والجنی ص ۱

حمال اور تین لڑکیوں کی کہانی ص ۱۰۴

☆ درمیانی تقطیع کی کتاب ہے۔ ص 1 سے ص 104 تک اس جلد میں شامل ہیں۔ تعداد اشاعت 500 ہے۔(۲۶)

الف لیلۃ ولیلۃ

جلد سوم

اکیسویں رات سے تیسویں رات تک

استفادہ

طلبا عربی خوان مدارس ممالک پنجاب کے لیے

۱۹۰۲ء

رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز نے اپنے مطبع مفید عام لاہور میں چھاپی۔

قصہ شمس الدین محمد وزیر مصر و نورالدین علی وزیر البصرہ ص ۲۵۳

قص الخیاط وھی حکایت الشاب مع المزین ص ۴۳۸

☆اس کتاب کے سرورق پر اورینٹل کالج کی مہر لگی ہے۔ درمیانی تقطیع کی کتاب ہے۔

کتاب پر پنجاب یونیورسٹی کی مہر ثبت نہ ہو اس کی خریداری جائز نہیں ہے۔

پنجاب یونیورسٹی

انتخاب الف لیلۃ ولیلۃ

جس کو

سینٹ پنجاب یونیورسٹی نے امتحان بیچلر آف آرٹس اور انٹرمیڈیٹ

زمرہ علوم مشرقی بابت ۱۹۰۰ء اور اس کے مابعد کے لیے مضمون فارسی میں مقرر فرمایا۔

اور صاحب رجسٹرار بہادر کے حکم سے

۱۹۰۵ء

مفید عام سٹیم پریس لاہور میں چھپا۔

☆اس کتاب میں ۲۹ سبق ہیں۔ کل صفحات ۱۴۸ ہیں۔ اسباق کی فہرست ۲ صفحات کی کتاب کے آخر میں موجود ہے۔

انتخاب الف لیلۃ ولیلۃ

مشمولہ امتحان بی۔ اے برائے تسہیل و افادہ طلبائے فارسی خوانان کہ ایشان راد

رخواندں کورس عربی دِ قصّے عظیم رومی نمود لہندا ترجمہ اش لفظ بلفظ کردہ شد

مترجمہ

ابوسعید محمد شعیب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اورینٹل کالج و گورنمنٹ کالج لاہور۔

ومصنف مختصر العروض وشرح سلم الادب وخلاصہ اخلاق جلالی وغیرہم

۱۳۱۶ھ

درمطبع رفاہ عام لاہور باہتمام مولوی سید ممتاز علی صاحب طبع شد

۱۸۹۷ء (۱۳۱۶ھ) میں اس کتاب کی ۲۰۰۰ جلدیں شائع ہوئیں۔ بعد ازاں ضرورت پڑنے پر اس کے مزید ایڈیشن بھی چھاپے گئے۔ کتاب کے آغاز میں فارسی عبارت موجود ہے۔ جس میں وضاحت کی گئی ہے، فارسی کے طلبا کی جماعت کو پڑھانے کے واسطے لہندا (پنجاب میں بولی جانے والی اردو) کے لہجے میں ترجمہ کی گئی ہے۔ عربی متن کے صفحہ نمبر حاشیے میں دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں ۲۹ کہانیاں رسبق شامل ہیں۔ صفحات کی تعداد ۱۲۲ ہے۔

ابوسعید محمد شعیب اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی میں ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۶ء تک کام کرتے رہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ ابوسعید محمد شعیب ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۲ء تک مولوی چہارم کے درجے پر کام کرتے رہے۔ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۶ء تک مولوی سوم (ایڈیشنل مولوی) اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۰۶ء میں کالج سے سبکدوش ہو گئے۔ (۲۷)

الف لیلہ ولیلہ کے تمام انتخاب ایک سے ہیں۔ میجر ہالرائڈ کی نگرانی میں ترتیب دیئے گئے متن کی اشاعتیں ہیں۔ باقی متون عربی اور فارسی میں موجود یہ واحد متن اردو (لہندا) زبان میں موجود ہے۔ اس متن کے مندرجات اور اس انتخاب کی نوعیت جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلا سبق 'حکایات سوداگر اور جن' ہے۔ جس میں انسانوں کا سابقہ طاقت ور جن سے پڑتا ہے۔ اس کہانی میں ۲ سبق ملتے ہیں۔ ا: غلطی ہونے پر غلطی تسلیم کرو۔ اس پر جو سزا ملے سر جھکا کر تسلیم کرو چاہے غلطی سہواً ہوئی ہو۔ تاجر کی غلطی نہ ہونے پر بھی سزا کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ دوسرا سبق ایفائے عہد کا ہے۔ وعدہ پورا کر دیا جائے دشمن سے کر رکھا ہو۔ اس کی ذیلی کہانیاں تین بوڑھے لوگوں کی ہے۔ جن کے اہل خانہ ان سے برائی کا رویہ رکھتے ہیں لیکن اچھائی یہ ہے کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔ اس ذیل اشعار کا ترجمہ بھی درج ہے۔

''اے بھائی! مقدر کیا اللہ عزوجل نے مجھ پر یہ نہیں نہیں اور نہیں ہے اس کلام کے لیے کیا

فائدہ اور نہیں مالک ہوں کسی چیز کا۔"

یہاں تمام مصائب کو قسمت کے ساتھ جوڑا ہے۔ نیز سزا کے لیے کہا ہے کہ برے شخص کی برائی خود اس کے لئے سزا ہے۔

دوسری حکایت 'بادشاہ یونان کے وزیر کی اور حکیم دوبان کی ہے' یہ کہانی ایک ایسے بادشاہ سے متعلق ہے جو ناعاقبت اندیش، مطلب پرست، خوشامدی، بدظن اور حاسد وزیر کی باتوں میں آ کر اپنے محسن کی جان لے لیتا ہے اور بدلے میں خود بھی مارا جاتا ہے۔ اس کا ایک سیدھا سا معنی یہ ہے کہ خون ناحق رائیگاں نہیں جاتا لیکن یہ ایک تمثیل بھی ہے کہ برے ظن کا شخص اعلی عہدے پر ہو تو بادشاہ کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ اور عقل مند مظلوم مرتے مرتے بھی حکمت سے بدلا لے لیتا ہے۔ 'احسان فراموشی نیکی کو ختم کر دیتی ہے'۔ اسی ذیل میں ایک اور' حکایت وزیر حیلہ گر' کی ہے اور خاصی بامعنی ہے۔ ایک شہزادہ اپنے مصاحب وزیر کی لاپرواہی اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے ایک آدم خود چڑیل کے دام میں آ جاتا ہے۔ لیکن خوف زدہ اتنا ہے کہ خود اسی سے پوچھتا ہے کہ میرا دشمن بہت طاقتور ہے۔ اس سے جان کیسے بچاؤں۔ اس چڑیل کے توجہ دلانے پر خدا سے مدد طلب کرتا ہے۔

"خداوند ! جو پریشان حالوں کی دعا قبول کرتا ہے اور برائیوں کو دور کر سکتا ہے، اے میرے مولا، مجھے دشمن پر فتح دے اور اس سے میرا پیچھا چھڑا۔ تو جو چاہے کر سکتا ہے۔"

دشمن پر فتح کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتا۔ یہ ایک بے عمل کردار ہے جو اپنی جان بچانے کے بجائے قضا و قدر پر یقین کیے بیٹھا ہے۔ قضا و قدر کے تصورات کو خاص معنی میں استعمال کیا ہے۔ اشعار کا ترجمہ دیکھیے۔

"اپنے سارے کام قضا و قدر پر چھوڑ دے۔۔۔ جو چیز تیری قسمت میں نہیں ہے تو اس سے بچا رہے گا۔۔۔ خدا جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس لیے تیرا کسی چیز کی خواہش کرنا بے فائدہ ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز تیری مرضی کے موافق نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا کی مرضی کے موافق جو احکم الحاکمین ہے۔"

یہ تحریر واضح کرتی ہے کہ سب کچھ قضا و قدر پر چھوڑ دو۔ اچھا ہو یا برا آپ کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور 'تقدیر سے لڑا نہیں جاتا'۔ یہ عقیدہ مزید راسخ کرنا ضروری تھا کہ ہر عمل خدا کر سکتا ہے۔ لہٰذا آواز اٹھانا۔ انقلاب کی کوشش کرنا سب غلط ہے جو آپ کے لیے لکھ دیا گیا وہ ہو کر رہے گا۔ انسان کو تقدیر پر راضی

رہنا چاہیے۔

''حکایت نورالدین وزیر اور اس کے بھائی کی'' ۔دو وزیر بھائی اپنا اور بچوں کا مستقبل طے کرتے ہیں اور اختلاف ہو جاتا ہے۔الگ الگ ریاستوں میں رہنے کے باوجود ان کی طے کردہ باتیں پوری ہو جاتی ہیں۔یہ پوری کہانی نظریہ جبر و قدر کو پروان چڑھاتی ہے۔وزیر زادہ حق پر ہوتے ہوئے خواری کی زندگی گذارتا ہے۔فقیر ہو جاتا ہے۔باورچی بنتا ہے بالآخر غلام بھی ہو جاتا ہے۔لیکن اپنی حیثیت بحال کرنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتا۔اس وزیر زادے میں صرف ایک خوبی ہے کہ وہ ہر حال میں راضی ہے۔ نو آبادیاتی تناظر میں دیکھا جائے تو انگریزوں کو اپنی رعایا سے یہی امید تھی کہ وہ بے عمل اور راضی بل رضا رہیں، اپنی محکومی کو تقدیر کا لکھا سمجھیں ۔یہ اچھا انسان ہونے کی خوبی ہے۔ بغاوت و حریت کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔اس کے بعد جانوروں کی کہانیاں ہیں۔'حکایت بھیڑیئے اور لومڑی کی''۔اس کہانی میں بھیڑیا خود کو برتر اور آقا مانتا ہے۔اور کمزوروں کو پریشان کرتا ہے۔آخر یہ مظلوم لومڑی حیلے سے بھیڑے کو ہلاک کروا دیتی ہے۔ان کے درمیان ہونے والا مکالمہ انتہائی دلچسپ ہے۔

> ''طاقت ور کو کمزور کے ساتھ عدل اور انصاف رکھے ورنہ یہی کمزور مخلوق اسے ہلاکت کی طرف لے جائے گی۔حکومت کا استحکام محکوم عوام کے ساتھ اچھے سلوک میں مضمر ہے۔۔۔
> نیز جب بھی مصیبت میں پڑیں تو فریب و مکر کا سہارا لے کر جان بچائی جاسکتی ہے۔''

یہ مکالمہ بتاتا ہے کہ اپنے ظلم کی وجہ سے بھیڑیا ہلاک ہوا۔اگر حاکم مغل حکمرانوں کو مانا جائے تو محکوم عوام اس کی بے انصافی۔بے عدلی کی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے ہیں۔گویا برصغیر کی حکومت کے زوال کی وجہ وہ خود اور اس کی بدانتظامی ہے۔

جانوروں کی دیگر کہانیوں میں اخلاقی موضوعات ہیں جیسے، دوستوں کی مدد کرنا، لالچ بری بلا ہے ،برے وقت میں پرائی جنس سے بھی رواداری رکھنی چاہیے۔درویشی اور قناعت اختیار کرو۔زیادہ لالچ مصیبت میں ڈال دیتی ہے۔کمزور کو حرص نہیں کرنی چاہیے۔جس کام کی قدرت اور اختیار نہ ہو اس کام میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے۔دوسرے لوگوں کو مصیبت میں دیکھ کر نصیحت پکڑنی چاہیے۔'حکایت حاتم طائی کی' اس میں حاتم طائی کی سخاوت کا حامل اس کی وفات کے بعد بھی جاری رہی۔سخاوت اعلیٰ ترین خوبی ہے۔

'ہشام بن عبدالملک اور بدو لڑکے کی کہانی' اس کہانی میں عام بدو لڑکے کو خلیفہ کے مقابلے بحث

کرتے دکھایا گیا ہے۔لڑکے کی عقل مندی، ظلم وحکمت پر اسے انعام ملتا ہے۔اصل طاقت اور اختیار خدا کے پاس ہے۔اگر وہ نہ چاہے تو میری جان نہیں لے سکتا۔غریب کو مارنے سے تیری بہادری نہیں بڑھے گی۔

اچھائی اور اعلیٰ اوصاف کی قدر ہوتی ہے۔'یحییٰ بن خالد اور جعلی خط کی کہانی'، میں خلیفہ کے مقرر کردہ والیوں کی حکمت، مصلحت اندیشی اور رعایا پروری کی تعریف سے۔اچھا حاکم ہر معاملے کو مثبت رخ پر لے جاتا ہے۔اگر عقل وشعور سے کوئی مرتبہ حاصل کرلیا ہے تو اس کی خوشی میں اس قدر مگن نہیں ہونا چاہیے کہ عقل وہوش کھودو۔اپنے مرتبے اور عزت کو بھی یاد رکھنا چاہیے۔

حکایت ملک ناصر اور تین گورنروں کی اس کہانی کا مقصد مسلمان حکمرانوں کی بدانتظامی دکھانا ہے۔ رعایا کی چال بازیاں ثابت کرتی ہیں کہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیے۔

آخری کہانیاں عیار چوروں اور نوسر بازوں کی ہیں۔جنھوں نے سادہ لوح عوام کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔غربت کے مارے لوگ کسی نہ کسی معجزے کے منتظر رہتے ہیں۔وہ اپنی حالت کے ذمہ دار خود ہیں۔آخری کہانیوں میں رحم دلی، نیک نیتی، ایمان داری، قانون پاسداری، ایفائے عہد، صبر وشکر کی تلقین ہے۔یہ تمام کہانیاں اخلاقی موضوعات پر مبنی ہیں۔کمزور پر ظلم کا بدلہ خدا خود لے لیتا ہے۔نیک اعمال کی جزا یہ ہے کہ خدا خود آپ کی حفاظت کرے گا۔آخری تین کہانیاں انجیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ان میں بے عمل کردار، تقدیر پر راضی رہنے والے ہیں۔

انگریزوں کی سیاسی حکمت عملی کو اس نصاب سے خاصا فائدہ پہنچ رہا تھا۔ایسے کرداروں کو اخلاق کے اعلیٰ درجے پر دکھایا تھا۔جو اپنی تقدیر پر راضی تھے۔اپنے حالات بدلنے اپنا حق حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔اس متن کا انتخاب کرتے ہوئے ایسا کوئی قصہ کہانی منتخب نہیں کیا گیا جو مسلمانوں کو ان کا شاندار ماضی یاد دلا سکے۔مسلمانوں کی تاریخی اعلیٰ اقدار اور علم وحکمت کی باتیں شامل نہیں کیں الف لیلہ ولیلہ کے متن میں 'حکایت عجیب اور اس کے بھائی غریب' کا موضوع کفار کے خلاف جنگ، جذبہ جہاد، جنگی حکمت عملی، بہادری، شجاعت ہے۔اس حکایت میں سے کوئی حصہ شامل نہیں کیا گیا۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ آئیڈیولوجی زدہ متن ہے۔جو خاص طور پر ورینکلر زبانوں کے نصاب کے لیے تیار کیا گیا تھا۔اس میں تمام موضوعات انجیل اور تالمود سے ماخوذ ہیں۔ان کا بنیادی موضوع اخلاقی اوصاف پیدا کرنا تھا۔اس میں سے تاریخی موضوعات اور معلومات حذف کردی گئیں ہیں۔الف لیلہ ولیلہ کے عربی متن کی ترتیب واشاعت میں

خاصی قطع و برید کی گئی تھی۔ بہت سی کہانیاں اور موضوعات لغو، غیر شائستہ قرار دے کر متن سے خارج کر دیے تھے۔ اس رو سے ہم کہ سکتے ہیں کہ انگریزوں نے سادہ اور سلیس، روزمرہ کی زبان میں تراجم کروانے کا معیار قائم کیا تھا۔ اس کا مقصد برصغیر کی زبان اور کلاسیکی ادب کی بے توقیری کا احساس پیدا کرنا تھا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ماضی کا مطالعہ نئے تنقیدی تناظر کیا جانا ضروری ہے۔ تاکہ نوآبادیاتی دور کے پیدا کردہ ادب کا دوسرا رخ سامنے آ سکے جسے ہمیشہ مرعوبیت اور احساس کمتری کی وجہ سے آخری کنارے لگا دیا گیا تھا۔ بطور خاص داستان پر جدید تنقیدی تناظر میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

1. The Oxford History of India, Vincent A. Smith, Oxford University Press, 1919, Book 1, archive.org
2. History of the City of Madras, Sri-Nivas-Achari, Rao, Madras, P. Varada-achary & Co. P. 14-25, archive.org.
3. The Oxford History of Indiia, Book 1. abit

4۔ پرولکر، اے کے، ہندوستان میں چھاپہ خانہ، مترجمہ: علی ابن الحسن زیدی، نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۹ء، باب 1: گوا میں چھاپہ خانہ

5۔ جی بارلو، ہسٹری آف مدراس، بحوالہ، افضل الدین اقبال ڈاکٹر، فورٹ سینٹ جارج کالج، حیدر آباد: معین پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء، ص:۲۱۶، rekhta.org

6۔ عبیدہ بیگم، فورٹ ولیم کالج، لکھنو: نصرت پبلشرز، ۱۹۸۳ء، rekht.org

7 https://en.wikipedia.org/wiki/hailebury-and-imperial-service-college.

8. https://en.wikipedia.org/wiki/addiscombe-military-seminary#cadets-and-the-curriclum

9۔ مالک رام، قدیم دلی کالج، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۷۵ء، ص:۲۲-۲۴

10۔ مقیت الحسن، سید، کلکتہ کے قدیم اردو مطابع اور ان کی مطبوعات، کلکتہ، عثمانیہ بک ڈپو، ۱۹۸۲

11۔ مالک رام، قدیم دلی کالج، ص:۱۰۸

12۔ شبیر بخاری، سید، تعلیمی پالیسی، بحوالہ، ناصر عباس نیر، مابعد نوآبادیات اردو کے تناظر میں، کراچی: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۳، ص:۱۲

13۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دلی کالج، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۴۵ء، ص:۷۹

14۔ افضل الدین اقبال، فورٹ سینٹ کالج، حیدر آباد: معین پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء، ص:۱۷۶

15۔ proceedings of the college of fort william، بحوالہ عبیدہ بیگم، فورٹ ولیم کالج، ص:۱۱۹

16۔ افضل الدین اقبال، فورٹ سینٹ کالج، ص:۱۷۸-۱۷۷

17۔ قاضی عبدالودود، گارساں دتاسی، پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء، ص: ۱۲۷
18۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دلی کالج، ص: ۱۶۳
19۔ ہربنس لال: قدیم دہلی کالج گارساں دتاسی کی نظر میں (مضمون) مشمولہ، دلی کالج اردو میگزین: قدیم دلی کالج نمبر، ۱۹۵۳ء، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، ص: ۱۷۳ rekhta.org
20۔ انتخاب الف لیلہ، مولویان دہلی کالج، دہلی: پنڈت موتی لعل پرنٹر اور پبلشرز، ۱۸۴۴ء، سرورق، (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی مرکزی لائبریری)
21۔ قاضی عبدالودود، گارساں وتاسی، ص: ۱۲۶
22۔ عبدالحق، مولوی، مرحوم دلی کالج، ص: ۸۴
23۔ خطبات گارساں دتاسی، بحوالہ، دلی میگزین: قدیم دلی کالج نمبر، ص: ۱۱۹
24۔ کریم الدین، سلم الادب، لاہور: چندر ناتھ متر کیوریٹر ۱۸۶۸ء (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی مرکزی لائبریری)
25۔ ابوسعید محمد شعیب، انتخاب الف لیلۃ ولیلۃ، لاہور: مطبع رفاہ عام، ۱۸۹۷ء (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی مرکزی لائبریری)
26۔ الف لیلۃ ولیلۃ کا ۱۰ جلدی اردو ترجمہ ہے۔ پہلی جلد دلی کالج کے شعبہ مشرقی کے نصاب میں شامل تھی۔ مولوی عبدالحق نے اسی ترجمے کا ذکر کیا ہے۔ دیکھیے حوالہ ۲۲
27۔ غلام حسین ذوالفقار، تاریخ اورینٹل کالج، لاہور: جدید اردو ٹائپ پریس ۱۹۶۲ء، ص: ۲۱۲